محبتِ اولیاء اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ۝ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ۝ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

حضراتِ گرامی قدر! انسان اس دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا، اسے کسی نہ کسی سہارے، رفاقت اور دوستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر ہر دوستی کامیاب نہیں ہوتی۔ بعض دوست دنیا میں تو ساتھ دیتے ہیں لیکن آخرت میں دشمن بن جاتے ہیں، جبکہ بعض خوش نصیب لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی دوستی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے، ان کی محبت تقویٰ، اخلاص اور اطاعتِ الٰہی پر قائم ہوتی ہے، اور یہی دوستی قیامت کے دن بھی نفع بخش ثابت ہوگی۔ اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گزار دیں۔ ان کی مجالس ایمان کو تازگی دیتی ہیں، ان کی صحبت دلوں کو زندہ کرتی ہے، ان کی تعلیمات انسان کو گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت سکھاتی ہیں۔ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظہر، دینِ اسلام کے عملی نمونے اور امت کے لیے ہدایت کے روشن مینار ہیں۔ اولیائے کرام کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اپنا دوست قرار دیا، ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی دشمنی کو اپنی دشمنی فرمایا۔ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کا راستہ کرامات سے نہیں بلکہ تقویٰ، اخلاص، اتباعِ سنت اور خدمتِ خلق سے عبارت ہے۔ دنیا کی ہر محبت، ہر دوستی اور ہر تعلق ایک دن ختم ہو جائے گا، لیکن جو تعلق اللہ کے لیے ہوگا وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورہ زخرف، آیت: 67)

ترجمہ: اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

حضراتِ گرامی قدر! ذرا غور کیجیے کہ دنیا میں انسان جن لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، جن سے محبت کرتا ہے اور جنہیں اپنا دوست بناتا ہے، قیامت کے دن انہی دوستیوں کا اصل نتیجہ سامنے آئے گا۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سورۂ زخرف کی اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ دنیا میں

دو قسم کے دوست ہوتے ہیں: نیک دوست اور برے دوست۔ نیک دوستوں میں سے جب ایک دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے: اے میرے رب! میرا فلاں دوست مجھے تیری اطاعت کا حکم دیتا تھا، تیرے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی تلقین کرتا تھا، نیکی کی طرف بلاتا تھا، گناہوں سے روکتا تھا اور آخرت کی یاد دلاتا تھا۔ یا اللہ! جس طرح تو نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے میرے اس دوست کو بھی ہدایت پر قائم رکھ اور جس طرح تو نے مجھ پر کرم فرمایا ہے اس پر بھی کرم فرما۔ پھر جب دوسرا دوست بھی وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: ایک دوسرے کے بارے میں بتاؤ۔ تب دونوں ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: یا اللہ! یہ میرا بہترین بھائی، بہترین دوست اور بہترین رفیق تھا۔ لیکن برے دوستوں کا حال اس کے برعکس ہوگا۔ جب ان میں سے ایک مرے گا تو عرض کرے گا: یا اللہ! یہ شخص مجھے تیری نافرمانی کی طرف لے جاتا تھا، گناہوں کی ترغیب دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور آخرت کو بھلا دیتا تھا۔ پھر جب دوسرا بھی مر جائے گا تو دونوں ایک دوسرے کو برا دوست، برا بھائی اور برا ساتھی قرار دیں گے۔

(تفسیر خازن، سورہ الزخرف، تحت الآیۃ:، 67 جلد چہارم، صفحہ: 109)
تفسیر صراط الجنان، سورہ الزخرف، تحت الآیہ: 67)
(تفسیر ابن کثیر، سورہ الزخرف، تحت الآیہ: 67)

حضراتِ گرامی قدر! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت، نیک لوگوں کی رفاقت اور اہلِ تقویٰ سے محبت ایسی دولت ہے جو قبر میں بھی کام آتی ہے اور قیامت میں بھی۔ دنیا کی بے شمار دوستیاں ختم ہو جائیں گی مگر اللہ کے لیے کی جانے والی دوستی ہمیشہ باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے محبت کرنے کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ، أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فی فضل الحب فی اللہ، رقم الحدیث: 6548)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج وہ لوگ کہاں ہیں جو میری رضا اور میری محبت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؟ آج میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا، اس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حضراتِ گرامی قدر! اس حدیثِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرنے والوں کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ غور کیجیے! قیامت کا دن ایسا ہولناک دن ہوگا کہ سورج سروں پر ہوگا، ہر شخص اپنی فکر میں گم ہوگا، بھائی

بھائی سے، باپ بیٹے سے اور دوست دوست سے بھاگ رہا ہوگا، لیکن ایسے خوش نصیب لوگ بھی ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود اعلان فرمائے گا: وہ کہاں ہیں جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؟ اہلِ ایمان کی باہمی محبت یقیناً اس فضیلت میں داخل ہے، لیکن اس کا سب سے اعلیٰ درجہ اللہ والوں، نیک بندوں اور اولیائے کرام سے محبت کرنا ہے۔ کیونکہ اولیائے کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسولِ کریم ﷺ کی اتباع اور دین کی خدمت میں گزار دیں۔ ان سے محبت در حقیقت ان کے تقویٰ، اخلاص اور اللہ سے تعلق کی وجہ سے ہوتی ہے، نہ کہ کسی دنیاوی غرض کی بنا پر۔ جب کوئی شخص کسی ولیِ کامل، عالمِ ربانی یا نیک بندے سے اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہے تو اس کا دل بھی نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے، اس کی زندگی میں بھی تقویٰ آتا ہے اور وہ بھی اللہ والوں کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین فرماتے ہیں: محبت انسان کو محبوب کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ اسی بات کو میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لفظوں میں بیان کیا۔

کچا رنگ للاری والا لہندا چڑھدا رہندا
عشق تیرے دا رنگ محمد چڑھیا فیر نہ لہندا
ولی اللہ دے بھانڈا تک کے، پاندے خیر حضوروں
جیہڑا پاک غروروں خالی، سو پُر کردے نوروں

حضراتِ گرامی قدر! اولیائے کرام سے محبت محض عقیدت کا نام نہیں بلکہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا نام ہے۔ ان کی سیرت کو اپنانا، ان کی تعلیمات پر عمل کرنا اور ان کے ساتھ قلبی تعلق رکھنا انسان کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ بنتا ہے۔

نور کے ممبر ہوں گے

حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ

(سنن ترمذی، کتاب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، رقم الحدیث: 2390)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ میری رضا اور میری عظمت کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے، جنہیں دیکھ کر انبیائے کرام اور شہداء بھی ان کے مقام پر رشک کریں گے۔

حضراتِ گرامی قدر! یہ حدیثِ مبارکہ اللہ والوں کی محبت اور ان کے بلند مقام کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ محض میری رضا، میری عظمت اور میری محبت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، قیامت کے دن انہیں نور کے منبر عطا کیے جائیں گے۔ غور کیجیے! قیامت کے دن جب ہر شخص حساب و کتاب کی فکر میں ہوگا، میدانِ محشر کی سختیاں اپنے عروج پر ہوں گی، ایسے وقت میں کچھ خوش نصیب بندے نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل دنیاوی مفادات، مال و دولت اور ذاتی اغراض کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اسی مبارک جماعت کے سردار ہیں۔ ان کی آپس کی محبت، ان کا اخلاص، ان کا تقویٰ اور ان کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گزار دیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خصوصی قربت اور محبوبیت سے نوازا۔ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ ان لوگوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے جنہیں دیکھ کر انبیائے کرام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ ظاہر ہے کہ اولیائے کرام اس فضیلت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، کیونکہ ان کی پوری زندگی اللہ کی محبت، اللہ کی یاد اور اللہ کے دین کی خدمت میں گزرتی ہے۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، محبت کرنا، تعلق رکھنا اور لوگوں کو جوڑنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔

اللہ والوں کی دعا سے دریا نے رزق اُگل دیا

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیدنا عمر بن بزّار رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت منصور ماہی گیر سے خود یہ ایمان افروز واقعہ سنا۔ وہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ عید کا دن تھا۔ لوگ نئے کپڑے پہن کر خوشیاں منا رہے تھے، گھروں میں پکوان تیار ہو رہے تھے، بچے عیدیوں کی خوشی میں مگن تھے، لیکن میری جھونپڑی میں فاقہ تھا۔ گھر میں مٹھی بھر آٹا بھی موجود نہ تھا کہ بچوں کی بھوک مٹائی جا سکے۔ مجبوری نے مجھے عید کے دن بھی جال اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

ہکناں نوں رب ایناں دیوے بس بس کرن زبانوں
ہکناں دا اوہ نشان مکاوے خالی جان جہانوں

حضراتِ گرامی قدر! راستے میں اللہ کے ولی، حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ مل گئے۔ آپ عید کی نماز ادا کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ مجھے جال اٹھائے دیکھا تو شفقت بھرے لہجے میں فرمایا: منصور! آج عید کے دن بھی مچھلیاں پکڑنے جا رہے ہو؟ میں نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا: حضور! کیا کروں؟ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اگر آج بھی نہ نکلا تو میرے بچے بھوکے رہ جائیں گے۔ یہ سن کر اللہ کے اس محبوب بندے کی آنکھوں میں بھی درد اتر آیا۔ فرمایا: غم نہ کرو، ہمارا رب بڑا کریم ہے، وہ اپنے بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ آؤ! میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

دریا کے کنارے پہنچ کر حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے وضو فرمایا، پھر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ چند رکعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، اپنے رب سے دعا مانگی اور پھر منصور سے فرمایا: منصور! تو بھی دو رکعت نماز ادا کر، منصور کہتے ہیں: میں نے بھی وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی۔ اب حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب اللہ کا نام لے کر جال دریا میں ڈال دو۔ منصور کہتے ہیں: میں نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ کر جال پانی میں ڈال دیا، اور دعا بھی کرنے لگا:

اچیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
صدقہ پاک محمد عربی کھولیں رحمت دا دروازہ
رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سکیا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کر دے میویاں بھریا

حضراتِ گرامی قدر! چند لمحوں بعد اچانک محسوس ہوا کہ جال میں کوئی بہت بھاری چیز آگئی ہے۔ میں نے پوری قوت لگا دی مگر جال ہل بھی نہ سکا۔ دل میں خیال آیا کہ شاید کوئی بہت بڑا پتھر پھنس گیا ہے، بلکہ مجھے تو یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں جال ہی نہ پھٹ جائے۔ بے اختیار ہو کر عرض کیا، جس کی ترجمانی حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں:

سن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ہو
بیڑا اڑیا میرا اوچ کھیڑاں دے جتھے مچھ نہ بہندے تر کے ہو
محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی میری خبر لیو جھٹ کر کے ہو
پیر جنہاں دے کامل باہو اوہ کدھی لگدے تر کے ہو

حضراتِ گرامی قدر! منصور ماہی گیر کہتے ہیں: میں نے بے اختیار آواز دی: "اے ابو نصر! (یہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت تھی) میری مدد فرمایئے! حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، دونوں نے مل کر جال کھینچا۔ جب جال کنارے پر آیا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس میں ایک بہت بڑی مچھلی تھی، ایسی مچھلی جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جائے۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر فرمانے لگے: منصور! یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اسے بازار میں فروخت کرو، اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں پوری کرو اور اپنے رب کا شکر ادا کرنا نہ بھولنا۔

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ ولیاں دے آئی
ولی کرن جد نظر کرم دی مشکل رہے نہ کائی
مرد ملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کر دا
کامل لوگ محمد بخشا لال بنان پتھر دا

حضراتِ گرامی قدر! منصور کہتے ہیں: میں بازار کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ ایک گھڑ سوار ملا۔ اس نے مچھلی دیکھی اور پوچھا: یہ کتنے کی دو گے؟ میں نے کہا: دس درہم۔ اس نے فوراً دس درہم میرے ہاتھ پر رکھ دیے اور مچھلی لے کر چلا گیا۔ میں نے ان درہموں سے آٹا، گھی اور گھر کی دوسری ضروری چیزیں خریدیں۔ جب گھر میں کھانا تیار ہوا تو مدتوں بعد بچوں کے چہروں پر خوشی دیکھی۔ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کھانے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ یہ سب کچھ تو حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت ہے۔ میں نے گھر والوں سے کہا: دو گرم روٹیاں اور کچھ حلوہ تیار کرو، میں اپنے محسن کی خدمت میں لے کر جاتا ہوں۔ میں یہ معمولی سا تحفہ لے کر آپ کے دروازے پر حاضر ہوا، دستک دی۔ اندر سے آواز آئی: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: منصور! آپ نے فرمایا: جو چیز لائے ہو، دروازے کے باہر رکھ دو اور خود اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا: حضور! ہم سب کھانا کھا چکے ہیں۔ یہ چند چپاتیاں اور تھوڑا سا حلوہ بطورِ نیاز قبول فرما لیجیے۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب دیا کہ رہتی دنیا تک توکل کا سبق دے گئے۔ فرمایا: اے منصور! اگر ہمارا مقصد اپنے نفس کو کھلانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے یہ مچھلی ہی کیوں نکالتا؟ ہم نے یہ دعا صرف اللہ کی رضا اور تمہارے بچوں کے چہروں پر خوشی دیکھنے کے لیے کی تھی۔ یہ نعمت تمہیں اور تمہارے اہل و عیال کو مبارک ہو، ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں۔ (عیون الحکایات، جلد دوم، صفحہ: 116)

بھروسہ جس نے رکھا ربِّ اکبر کی عطاؤں پر
سمندر بھی جھکا اس کے مقدر کی دعاؤں پر
فقیروں کی دعا میں ایسی تاثیرِ خدا دیکھی
کہ خالی جال بھر بیٹھے کرم کی انتہاؤں پر

حضراتِ گرامی قدر! اللہ والے لینے والے نہیں، دینے والے ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہ مرید کی جیب پر نہیں بلکہ اس کے ایمان، کردار اور آخرت کی کامیابی پر ہوتی ہے۔ حضرت بشرِ حافی رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تو وہ کھانا قبول کر لیتے، مگر انہوں نے فرمایا کہ ہم نے یہ سب کچھ اپنے لیے نہیں، بلکہ تمہارے بچوں کی خوشی کے لیے کیا تھا۔ افسوس! آج کے دور میں بعض لوگ پیر اور مرشد کا لبادہ اوڑھ کر مریدوں کی اصلاح سے زیادہ ان کی دولت اور نذرانوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ حالانکہ سچے اولیائے کرام کی پہچان یہ تھی کہ وہ غریب نواز، ایثار کرنے والے، دردِ دل رکھنے والے اور مخلوقِ خدا کے خیر خواہ ہوتے تھے۔ وہ لوگوں سے لیتے کم اور انہیں اللہ سے جوڑتے زیادہ تھے۔ لہٰذا ہمیں ہر اس شخص کے پیچھے چلنے کے بجائے اس کے کردار کو دیکھنا چاہیے۔ جو انسان ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت، تقویٰ، اخلاق اور خدمتِ خلق کی طرف بلائے، وہی قابلِ احترام اور قابلِ اتباع ہے۔ اللہ والوں سے محبت ضرور کریں، مگر ان کی پہچان قرآن و سنت، تقویٰ، اخلاص اور حسنِ کردار کی روشنی میں کریں۔ یہی دین کی حفاظت اور ہماری اپنی اصلاح کا راستہ ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا واقعہ

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ، جن کا شمار اکابر اولیائے کرام میں ہوتا ہے، خود اپنا ایک عجیب اور ایمان افروز واقعہ بیان فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا۔ میں نے وضو کیا اور بڑی خوشی اور شوق کے ساتھ جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ جب مسجد پہنچا تو دیکھا کہ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ خطیب صاحب منبر پر تشریف لانے ہی والے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر پہلی صف مل جائے تو کیا ہی سعادت ہوگی۔ لیکن افسوس! شیطان نے ایک لمحے کے لیے مجھے دھوکا دیا، اور میں نے وہ کام کر ڈالا جس سے رسولِ اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا پہلی صف تک جا پہنچا اور وہیں بیٹھ گیا۔ بظاہر میں پہلی صف میں تھا، لیکن حقیقت میں ادب کی آخری صف میں جا چکا تھا۔ یاد رکھیے! عبادت اس وقت تک خوبصورت نہیں بنتی جب تک اس کے ساتھ ادب شامل نہ ہو۔ بعض اوقات ایک لمحے کی بے ادبی، برسوں کی عبادت کی لذت چھین لیتی ہے۔ اسی ہمارے بزرگ ہمیں ادب سکھاتے رہے ہیں جیسا کہ سلطان العارفین فرماتے ہیں:

تسبیح پھیری پر دل نہ پھریا کی لینا تسبیح پڑھ کر ہو
علم پڑھیا پر ادب نہ سکھیا کی لینا علم نوں پڑھ کے ہو
چلے وڑیاں کجھ نہ کھٹیا کی لینا چلیاں وڑ کے ہو
جاگ بنا دودھ جمدے نہ باہو بھاویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہو

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں: ابھی میں پہلی صف میں بیٹھا ہی تھا کہ میری دائیں جانب ایک نہایت حسین و جمیل نوجوان تشریف فرما تھا۔ اس کے چہرے سے نور برس رہا تھا، لباس نہایت سادہ تھا، جسم پر اونی کپڑا تھا، مگر ایسی پاکیزہ خوشبو مہک رہی تھی کہ دل معطر ہو گیا۔ اس نے محبت سے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے سہل! کیسے ہو؟ میں حیران رہ گیا۔ کہ آج سے پہلے ان سے ملاقات نہیں ہوئی، کبھی بات نہیں ہوئی، پھر بھی میرے نام سے واقف ہیں۔ میں نے عرض کیا: الحمد للہ! خیریت ہے۔ مگر میرے دل میں عجیب سوال پیدا ہوا۔ میں نے تو اس نوجوان کو کبھی دیکھا ہی نہیں، پھر یہ مجھے نام لے کر کیسے جانتا ہے؟ میں ابھی اسی سوچ میں تھا کہ اچانک مجھے سخت پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ شدت اتنی بڑھ گئی کہ میرا دل گھبرا اٹھا۔

پھس گئی جان شکنجے اندر جیوں ویلنے وچ گنا
رہو نوں آکھو اج رہ محمد اج رہوے تے مناں
رحمت دا دریا الہیٰ ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم بن جاندا اے میرا

حضراتِ گرامی قدر! فرماتے ہیں: اب میرے سامنے دو مشکلیں تھیں۔ اگر بیٹھا رہتا تو نماز خراب ہونے کا اندیشہ تھا، اور اگر اٹھتا تو دوبارہ سینکڑوں لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کی شرمندگی الگ تھی۔ اسی وقت میری روح نے مجھے جھنجھوڑا۔ اے سہل! یہ سب اس بے ادبی کا نتیجہ ہے جو تو نے مسجد میں داخل ہوتے وقت کی تھی۔ انسان جب اللہ کے حضور اپنی غلطی تسلیم کر لیتا ہے تو رحمت کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔ اسی لمحے وہ نورانی نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور نہایت شفقت سے فرمایا: اے سہل! کیا پیشاب کی تکلیف نے تمہیں پریشان کر رکھا ہے؟ میں نے شرمندگی سے سر جھکا کر عرض کیا: جی ہاں! وہ مسکرایا، اپنے کندھوں سے چادر اتاری اور مجھے اس میں چھپا لیا، پھر فرمایا: فوراً اپنی ضرورت پوری کر لو تاکہ نماز فوت نہ ہو۔ یہ الفاظ سنتے ہی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میری آنکھوں کے سامنے سب کچھ بدل گیا۔ اسی لمحے میری آنکھوں پر بے خودی کی ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ جب دوبارہ ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک عجیب منظر میں پایا۔ میرے سامنے ایک عظیم الشان دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسی دوران ایک غیبی آواز میرے کانوں میں پڑی: اے سہل! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، جلدی سے اس دروازے کے اندر داخل ہو جاؤ۔ میں حیران بھی تھا اور خاموش بھی۔ جیسے کوئی غیبی طاقت میرے قدموں کی رہنمائی کر رہی ہو۔ میں فوراً اس دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

حضرات گرامی قدر! جو منظر میں نے وہاں دیکھا، اسے بیان کرنے کے لیے الفاظ بھی کم ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک نہایت عظیم الشان محل ہے، جس کے ستون آسمان سے باتیں کر رہے ہیں، دیواروں سے نور پھوٹ رہا ہے، ہر طرف سکون، پاکیزگی اور رحمت کی فضا قائم ہے۔ اس محل کے اندر ایک کھجور کا درخت تھا، اور اس کے نیچے پانی سے بھرا ہوا ایک لوٹا رکھا تھا۔ لیکن وہ پانی دنیا کے پانی جیسا نہ تھا۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس پانی کو چکھا تو وہ شہد سے بھی زیادہ شیریں اور لذیذ تھا۔ پاس ہی طہارت کی جگہ بنی ہوئی تھی، ایک صاف ستھرا تولیہ لٹک رہا تھا، اور ایک مسواک بھی رکھی ہوئی تھی، گویا میری ہر ضرورت پہلے ہی پوری کر دی گئی تھی۔ میں نے اپنی ضرورت پوری کی، غسل کیا، مسواک کی، بدن خشک کیا، اور دل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حیران ہوتا رہا۔ ابھی میں فارغ ہی ہوا تھا کہ دوبارہ ایک آواز آئی: اے سہل! کیا تم اپنی ضرورت سے مکمل فارغ ہو گئے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! بس اتنا کہنا تھا کہ اچانک وہ چادر میرے اوپر سے اٹھ گئی۔ اور جب میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں اسی جامع مسجد میں، اسی پہلی صف میں، اسی جگہ بیٹھا تھا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔ نہ میرے کپڑوں پر کوئی اثر تھا، نہ نمازیوں کو میری غیر موجودگی کا احساس ہوا، نہ کسی نے کوئی حرکت دیکھی۔ گویا یہ سب کچھ ایک لمحے میں ہو گیا تھا، مگر حقیقت میں میں اپنی ضرورت سے بھی فارغ ہو چکا تھا۔ میں حیرت میں ڈوب گیا۔ میرے دل میں خیال آیا: شاید میں نے خواب دیکھا ہے۔ شاید یہ سب میرا وہم تھا۔ اتنے میں جمعہ کی نماز کھڑی ہو گئی۔ میں نے نماز ادا کی، مگر اب میرے دل میں صرف ایک ہی سوال تھا۔ وہ نورانی نوجوان کون تھا؟ نماز ختم ہوتے ہی میں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ مسجد سے نکلا اور ایک بڑے دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے دروازے کو دیکھا تو میرے قدم رک گئے۔ یہ تو وہی دروازہ تھا، جس سے میں چند لمحے پہلے اس نورانی محل میں داخل ہوا تھا۔ میں ابھی حیرت میں کھڑا تھا کہ وہ نوجوان مڑا، میری

طرف دیکھا اور نہایت محبت سے فرمایا: اے سہل! کیا اب بھی تمہیں اس منظر پر یقین نہیں آیا جو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: اب یقین آگیا ہے، لیکن میری عقل آج بھی اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ مسکرایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، دوبارہ اس دروازے کے اندر جاؤ۔ میں دوبارہ اندر داخل ہوا۔ اس مرتبہ بھی وہی محل، وہی نور، وہی کھجور کا درخت، وہی شیریں پانی، وہی طہارت خانہ اور وہی تمام چیزیں اپنی جگہ موجود تھیں۔ اب میرے دل سے ہر شک دور ہو چکا تھا۔ مگر جب میں نے دوبارہ پلٹ کر دیکھا، نہ وہ نوجوان تھا، نہ وہ محل باقی تھا اور نہ وہ دروازہ تھا۔ صرف میں تھا، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک ایسا راز، جسے میری آنکھوں نے دیکھا تھا۔ (حیات الحیوان، جلد دوم، صفحہ: 29)

حضراتِ گرامی قدر! یہ واقعہ صرف ایک کرامت بیان کرنے کے لیے نہیں، بلکہ ہماری اصلاح کے لیے محفوظ کیا گیا ہے۔ اسی لیے اس واقعے کو نقل کرنے والے بزرگ، علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ آخر میں نہایت حکیمانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ یہ اولیائے کرام کے ان حیرت انگیز احوال میں سے ہے جنہیں ہر شخص اپنی عقل سے نہیں سمجھ سکتا۔ بعض لوگوں کے لیے ان پر یقین کرنا مشکل ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو ایسی کرامات عطا فرماتا ہے جو عام عادت سے ہٹ کر ہوتی ہیں۔ اس حکایت میں بھی غالب احتمال یہی ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی ضرورت پوری فرمائی، پھر انہیں اسی جگہ واپس پہنچا دیا، اور لوگوں کو اس کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اولیاء کی کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے۔

اختتامی کلمات

حضراتِ گرامی قدر! آج کے خطبہ جمعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اولیائے کرام کی محبت صرف عقیدت کا نام نہیں، بلکہ ان کے ادب، تقویٰ، اخلاص اور سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی اختیار کرنے کا نام ہے۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم ولی نے ایک معمولی بے ادبی پر بھی اپنے آپ کو قصوروار سمجھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ادب وہ دولت ہے جو بندے کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے، اور بے ادبی وہ محرومی ہے جو برکتوں کے دروازے بند کر دیتی ہے۔ اولیائے کرام سے محبت ضرور کریں، مگر ان کی کرامات سے زیادہ ان کے کردار، عاجزی، خوفِ خدا اور اتباعِ سنت سے محبت کریں۔ یہی سچی محبت ہے، اور یہی محبت انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچاتی ہے۔ یاد رکھیں! جس دل میں اولیائے کرام کا ادب ہوتا ہے، اسی دل میں سنتِ رسول ﷺ کی محبت بھی زندہ رہتی ہے، اور جس دل میں سنت کی محبت زندہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

اللہ رب العزت ہماری حاضری قبول فرمائے اور ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین

نمازِ جمعہ کے لیے جلدی آنے کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْأُولَى، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ

(صحیح البخاری، کتاب الجمعہ، باب فضل الجمعہ، رقم الحدیث: 881)
(صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب الطیب والسواک یوم الجمعہ، رقم الحدیث: 850)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، پھر پہلی ساعت میں مسجد جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا، دوسری ساعت میں جائے تو گویا ایک گائے قربان کی، تیسری ساعت میں جائے تو گویا سینگوں والا مینڈھا قربان کیا، چوتھی ساعت میں جائے تو گویا ایک مرغی، اور پانچویں ساعت میں جائے تو گویا ایک انڈا صدقہ کیا۔ پھر جب امام خطبے کے لیے آجاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔

لوگوں کی گردنیں پھلانگنے سے ممانعت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اِجْلِسْ، فَقَدْ آذَيْتَ وَآنَيْتَ

(سنن أبي داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعہ، رقم الحدیث: 1118)
(سنن النسائی، کتاب الجمعہ، رقم الحدیث: 1399)
(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، رقم الحدیث: 1115)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! تم نے لوگوں کو تکلیف دی اور دیر بھی کر دی۔